

شیخ محمد شامل نے بتایا۔ یہاں سے چالیس، پچاس کیلو میٹر کی مسافت پر دریائے دجلہ کا وہ حصہ بھی ہے جس میں زبردست طغیانی کے باوجود حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے اپنے گھوڑا سوار لشکر کو دریا پار کرنے کا حکم دیا تھا۔ شیخ شامل کا یہ کہنا تھا کہ میرے سامنے تاریخ عالم کے اس لاثانی واقعہ کی پوری تفصیل آگئی اور کچھ دیر تک ہم سب اس واقعہ کا تذکرہ کرتے رہے، رات کا وقت نہ ہوتا اور پروگرام کی بندش نہ ہوتی تو دجلہ کے اس مقدس کنارے کو ضرور دیکھنے جاتے لیکن ہمیں تو ابھی بغداد واپس ہونا تھا اور صبح کے دوسرے طے شدہ پروگرام تھے، اب جب کہ ہمارے گائیڈ نے یہ واقعہ یاد دہانی دلادیا ہے تو آپ بھی اس کا ضروری خلاصہ سننے جائیں۔ حضرت سعد بن ابی وقاص عراق فتح کر کے قادسیہ کے زبردست معرکے سے فارغ ہو چکے تو فارس کے دارالحکومت مدائن کا قصد کیا، دجلہ کی مشرقی جانب میں مدائن واقع تھا جس کو مدائن قصویٰ بھی کہتے تھے اور غربی جانب میں بھرسیر تھا جس کو مدائن دنیا کہتے تھے۔ قصویٰ کے معنی بعید اور دنیا کے معنی قریب کے ہیں، مسلمان دریائے دجلہ کی غربی جانب سے آرہے تھے اس لیے پہلے ان کے راستے میں بھرسیر آتا تھا اور اسی وجہ سے اس کو مدائن دنیا کا لقب دیا۔ مدائن دوسرے کنارے پر تھا اس لیے اس کو مدائن قصویٰ کا نام دیا گیا۔ حضرت سعد دجلہ کی جانب رخ کو فتح کرتے ہوئے بھرسیر تک پہنچ گئے اور دریا کی غربی جانب میں سرزمین عرب تک جتنا فارس کا ملک تھا مسلمانوں کے قبضے اور اطاعت میں آ گیا تھا، صرف خاص بھرسیر باقی رہ گیا تھا جس کا محاصرہ دو مہینے تک جاری رہا، محصورین نے پریشان ہو کر حضرت سعد کی خدمت میں پیغام صلح بھیجا، آخر کار بھرسیر کا گورنر شہر کے باشندوں اور لشکر کو لے کر مدائن چلا گیا۔ اب مدائن کی مہم سامنے تھی، اہل فارس نے دجلہ کے ساحل سے تمام کشتیاں ہٹا دیں اور دریا پار کرنے کی کوئی صورت نہ رہی، بارش کی کثرت سے عام طور پر دریاؤں میں طغیانی زیادہ تھی، حضرت سعد اسی تردد میں تھے کہ دجلہ کی طغیانی اور بڑھ گئی

اور اس کے پھیلاؤ کی انتہا نہ رہی، مسلمان یہ حالت دیکھ کر حیران و پریشان تھے کہ حضرت سعدؓ کو خواب میں دکھایا گیا ”مسلمان دجلہ میں داخل ہو گئے ہیں“، خواب نے آپ کو ادھر متوجہ کر دیا اور آپ نے لشکر کے سامنے یہ تقریر کی، دشمن نے دریا کی طغیانی میں پناہ لے رکھی ہے، تم اس پر حملہ نہیں کر سکتے، وہ جب چاہے حملہ کر سکتا ہے، میری رائے یہ ہے اس سے پہلے کہ دنیا تم پر غالب آئے اور اس میں ملوث ہونے سے تمہارے حالات تبدیل ہو جائیں اور صدق و اخلاص کی یہ شان باقی نہ رہے اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لئے کچھ کر جاؤ، میں نے توفیصلہ کر لیا ہے کہ گھوڑوں کو دریا میں ڈال دوں اور اسی حالت میں دریا کو پار کروں، آپ کا یہ تمام کا تمام لشکر سواروں کا تھا اس میں پیادے نہیں تھے، سب نے یک زبان ہو کر جواب دیا کہ ہم دل و جان سے حاضر ہیں اور آپ کے حکم کے تابع ہیں، اللہ تعالیٰ آپ کے ارادے میں برکت عطا فرمائے، آپ نے حکم دیا کہ پہلے کچھ سوار آگے بڑھ کر پرلے کنارے پر قبضہ کر لیں، عاصم بن عمر اور ذوالباس چھ سو سواروں کو لے کر دریا میں کود گئے اور معمولی مزاحمت کے بعد کنارے پر قبضہ ہو گیا، اس کے بعد حضرت سعدؓ نے حکم دیا کہ پورا لشکر دریا میں داخل ہو جائے اور یہ کلمات ورد زبان رکھے ”نستعین باللہ و نثقن علیہ، حسبن اللہ و نعم الوکیل، واللہ لیبصرن اللہ ولیہ ولیظہرن دینہ ولیہزمین عداوہ ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم“ دریا عبور کرتے وقت لشکر کی ترتیب اس طرح رکھی گئی تھی کہ دو دو شخص باہم ملے ہوئے اور باتیں کرتے ہوئے جائیں۔ حضرت سعدؓ کے رفیق حضرت سلمان فارسیؓ تھے، حضرت سعدؓ بار بار ان کلمات کو دہرا رہے تھے، حضرت سلمانؓ نے فرمایا اسلامی لشکر جس طرح داخل ہوا ہے اسی طرح پار ہو گا طبری اور ابن الاثیر کے بیان کے مطابق ساٹھ ہزار شہسواروں کی یہ فوج تیز و تند دریا میں پھیلی ہوئی تھی اور ساٹھ ایک دوسرے سے اس طرح باتیں کرتے جاتے

تھے گویا بارغ کی ریشوں پر چہل قدمی کر رہے ہیں، تاریخ گواہ ہے کہ ان لشکریوں میں نہ کوئی شخص غرق ہوا، نہ کسی کی کوئی چیز ضائع ہوئی، صرف ایک شخص جس کا نام عرقہ تھا گھوڑے سے پانی میں گرے، ان کے ساتھی قعقاع نے انہیں فوراً نکال لیا، دریا کو ایسی طغیانی کی حالت میں ہزاروں سواروں کا اس طرح اطمینان و سکون سے باتیں کرتے ہوئے پار کر لینا ایک عجیب و غریب بات تھی، گھوڑے اگرچہ دریا میں تیر سکتے ہیں مگر اتنے گہرے اور وسیع و عریض دریا کو جس میں عام حالات میں بھی جہاز چلتے ہوں، جوش و طغیانی کی حالت میں پار کرنا گھوڑوں کی طاقت سے باہر اور عام عادت کے خلاف تھا، اسی وجہ سے اہل مدائن نے اس حد درجہ غیر معمولی حالت کو دیکھا تو شہر خالی کر کے چلے گئے۔ ایک عرب شاعر نے تائید غیبی کے اس عجیب واقعہ کو اس طرح ادا کیا ہے :

و املا علی المدائن خيلاً بحرهما من برهن اريضا

یعنی ہم نے اپنے گھوڑوں کو مدائن پر جھکا دیا کہ مدائن کا دریا ان کے لیے میدان کی طرح سیر و تفریح کی جگہ ہو گئی تھی۔

نہروان کے پل پر چند لوگوں کو دیکھا گیا کہ ایک پتھر کو جس پر دو صندوق لدے ہوئے تھے تیزی کے ساتھ ہانکتے ہوئے لے جا رہے تھے، اس پتھر کو پکڑ لیا گیا، ان صندوقوں میں دوسرے قیمتی سامان کے علاوہ "کسری" کا نہایت قیمتی اور مرصع و مطلی تاج بھی تھا جو کسی بڑے دربار کے موقع پر زیب سر کیا جاتا تھا، اس دولہ انگیز تاریخی واقعہ کے بہتے گوشے تفصیلی بیان کے محتاج ہیں جن کو ہم یہاں نظر انداز کر رہے ہیں اور آگے بڑھنا چاہتے ہیں، "طاق کسری" کے عبرت انگیز اور سبق آموز مشاہدے کے بعد واپسی میں ہوائی گھر کی تفریح کا لطف اٹھایا اور بغداد واپس آ گئے، ہوٹل پہنچ کر عشاء کی نماز پڑھی اور سو گئے، دو شنبہ، افروری کا پردگرم نجف اشرف اور

کربائے معلیٰ کا تھا، نجف میں بہت بڑا دارالعلوم ہے، جہاں سیکڑوں طلبہ تعلیم پاتے ہیں ان میں اچھی خاصی تعداد ہندوستانوں کی بھی ہے، موتمر کا باقاعدہ اجتماع آج "قاعۃ النعمان" کے بجائے نجف کے اسی دارالعلوم کے وسیع ہال میں تھا، پروگرام کے مطابق تمام ارکان وفد ۸ بجے "قاعۃ النعمان" پہنچ گئے اور ۹ بجے نجف کے لیے روانہ ہو گئے، بغداد سے نجف کی مسافت کم و بیش ایک سو پچاس کلومیٹر ہے نئی اور اعلیٰ درجے کی بسوں میں یہ فاصلہ دو گھنٹے میں طے ہو گیا، چھپے ہوئے طے شدہ پروگرام میں اگرچہ "جامع کوفہ" کی زیارت کا نام نہیں تھا لیکن چند منٹ کے لیے یہاں بھی حاضری ضروری تھی، بغداد اور کوفہ کے درمیان "بابل" کے کھنڈر بھی آئے جن کے آس پاس سے ہماری سواریاں گذرتی ہوئی چلی گئیں، جیسے ہی کہا گیا "ہم اب بابل کے کھنڈروں کے قریب سے گزر رہے ہیں چند لمحوں کے لیے سب اسی طرف متوجہ ہو گئے مگر وقت کی تنگی کی وجہ سے گاڑیوں کو ٹھہرایا نہیں گیا اور ٹھہرا کر دیکھتے بھی کیا، یہ قدرتی بات ہے کہ دنیا کے اس قدیم ترین تاریخی شہر کا نام سنتے ہی حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ولولہ توحید اور نمرود کے غرور الوہیت کی باتیں یاد آ گئیں، اور میں غور کرتا رہا کہ سائنس کی ترقی و قدم اور آگے بڑھ گئی تو فضا ابراہیم و نمرود کے مکالمے کو کس طرح روئے زمین پر پھیلائے گی، آج کا پروگرام نہایت مصروف تھا، نجف کے "دارالعلوم الاسلامیہ" میں ۱۰ بجے سے اجلاس کی کارروائی شروع ہونے والی تھی۔ مگر ہمیں راستے ہی میں گیارہ بج گئے تھے، اسی ہماہمی میں کوفہ کی شہرہ آفاق مسجد "جامع کوفہ" پہنچے، اس طرح کے غیر معمولی تاریخی مقامات و آثار دیکھ کر جذبات کی ایک عجیب کیفیت ہو جاتی ہے، ہماری بھی ہوئی، لیکن ابھی صحن مسجد کا فاصلہ طے کر کے محراب علی تک پہنچے ہی تھے کہ واپسی کا تقاضا شروع ہو گیا، "جامع کوفہ" کی حاضری قلتِ وقت کی وجہ سے باقاعدہ پروگرام میں شامل